سیّدہ ماریہ تنصیر
اسکالر،پی ایچ۔ ڈی اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سعید احمد
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

تھامس گرے کی ایلجی کے منظوم اردو تراجم

Syeda Maria Tanseer
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.
Dr. Saeed Ahamd
Associate Professor, Department of Urdu Govt. College University, Faisalabad.

Urdu Poetic Translations of Elegy by Thomas Grey

"Elegy written in a country churchyard" is the most famous poem of Thomas Gray. According to some critics, it is the most famous poem of English literature. So for, it has been translated in at least 18 different languages, Urdu being one of them. Many Urdu translators have translated it and in this article, we will be reviewing four translations of this poem by four different translators. They all have translated this famous poem in their own styles. All of them are fine pieces of work and very informative for Urdu readers. It is a valuable asset to Urdu literature.

Key words: *Country, Famous, Poem, Thomas Gray, Literature, Translated, Urdu Translators, Informative.*

"ایلجی ریٹن ان اے کنٹری چرچ یارڈ"(Elegy written in country churchyard) تھامس گرے (Thomas Gray) کی سب سے زیادہ مقبول نظم ہے۔ یہ نظم ۱۷۵۰ء میں شاعر نے مکمل کی اور ۱۷۵۱ء میں یہ شائع ہوئی۔ کچھ نقادوں کے نزدیک شاید یہ اب تک انگریزی زبان کی سب سے مشہور نظم ہے اس نظم کے کم از کم اٹھارہ زبانوں میں تراجم کیے گئے جن میں آرمینین، چیک، ڈینش، فرانسیسی، جرمن، یونانی اور اُردو زبان بھی شامِل ہے۔ اس نظم کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے چار بندوں میں شاعر نے مذہبی تفکرات اور مختلف سوچوں کے ساتھ صبح شفق کی روشنی میں گاؤں کے قبرستان میں پُر سکون پس منظر کی عکاسی کی ہے۔ پانچویں اور چھٹے بند میں اُن سرگرمیوں اور واقعات کا ذِکر کیا ہے جن میں قبروں میں دفن مردے حصہ نہیں لے سکتے۔ اِس طرح ساتویں بند سے

لے کر تئیسویں (۲۳) تک بڑے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دُنیا میں غریب کو حقارت سے نہ دیکھو کیونکہ وہ بھی فاتح اور طاقتور ہو سکتے تھے اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام انسان موت کے بعد برابر ہیں۔ کوئی عظیم یا کم تر نہیں۔ چوبیسویں سے اُنیسویں بند میں شاعر اپنے آپ سے مخاطب ہے اور تصور کر رہا ہے کہ ایک دن وہ بھی ایسے ہی مدفن ہو گا اور کوئی گاؤں کا آدمی اس کی قبر کے پاس بیٹھا کچھ سوچ رہا ہو گا۔

تھامس گرے کی اس مشہور نظم کے اُردو میں مختلف لوگوں نے تراجم کیے ذیل میں چار مترجمین کے اُردو تراجم کا جائزہ لیا جائے گا۔

گورِ غریباں۔۔۔علامہ سیّد حیدر طباطبائی

سیّد حیدر طاطبائی___احوال و آثار

سیّد حیدر علی طباطبائی لکھنؤ کے محلہ حیدر گنج میں ۱۸ نومبر ۱۸۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت ننھیال میں ہوئی جہاں وہ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ انھیں چھوٹی عمر ہی میں مقامی سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ اس کے بعد طباطبائی نے اپنے والد سیّد مصطفےٰ حسین کے ایک دوست سے فارسی اور فنِ عروض کی تعلیم حاصل کی۔ طباطبائی کو اُردو، فارسی اور عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ انگریزی زبان سے بھی قدرے واقفیت رکھتے تھے اور اس زبان کے مزاج کو بھی سمجھتے تھے۔ ہندی عروض سے بھی اُن کی گہری واقفیت تھی۔ ۱۸۸۰ء میں جب ان کی عمر ۲۸ سال کی تھی تو ان کو واجد علی شاہ کے بیٹے شہزادہ کام بخش کا اُستاد مقرر کیا گیا۔ ۱۸۸۷ء میں ۳۵ سال کی عمر حیدر آباد آئے یہاں اُن کی ملاقات سیّد افضل حسین لکھنوی سے ہوئی جو اس وقت ریاست حیدر آباد میں چیف جسٹس تھے۔ اسی سال واجد علی شاہ کا انتقال ہوا اور جس مدرسہ میں طباطبائی وابستہ تھے وہاں سے اُن کو فارغ کر دیا گیا یعنی اُن کی ملازمت ختم ہو گئی۔ یہ واپس حیدر آباد گئے وہاں چیف جسٹس افضل حسین نے عارضی طور پر اپنے بیٹے کی اتالیقی ان کے سپرد کر دی جب ۱۸۹۰ء میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں آیا تو طباطبائی کو پہلا مہتمم بنایا گیا۔ دوسرے ہی سال عماد الملک نے جو اس وقت ناظم تعلیمات تھے۔ ان کا تقرر مدرسہ کے عربی و فارسی کے اُستاد کی حیثیت سے کیا۔

طباطبائی دار الترجمہ سے بھی وابستہ رہے اور اصطلاحاتِ علمی کی کمیٹیوں میں شامل رہے اور مدارس یونیورسٹی اور جامعہ عثمانیہ کے مجلسِ نصاب کے آخر تک رکن رہے۔ جامعہ عثمانیہ کے خواتین کالج میں عربی کے لیے کوئی خاتون اُستانی نہ مِل سکی تو یونیورسٹی نے حیدر طباطبائی کو زنانہ کالج میں عربی پڑھانے کی ملازمت دی۔

حیدر علی طباطبائی نے دو شایاں کیں۔ پہلی شادی کلکتہ میں ہوئی۔ دو بیٹے ہوئے ایک کا نام سیّد محمد میر اور دوسرے کا نام سردار محمد تھا۔ دوسری شادی حیدر آباد میں ہوئی۔ ان سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ دوسری بیوی کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا۔ سیّد حیدر علی طباطبائی کا انتقال ۲۳ مئی ۱۹۳۴ء کو حیدر آباد میں ہوا۔

طباطبائی کی شعری تخلیقات صرف دو ہیں جو کہ دواوین کی صورت میں ہیں۔ ایک دیوان قصائد اور منظومات کا ہے جو "نظم طباطبائی" کے نام سے موسوم ہے اور دوسرا دیوان "صوتِ تغزل" ہے۔ غزلیں ساری فرمائشی ہیں یا کسی مصرع طرح پر ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے ارادے سے کبھی کوئی غزل نہیں کہی۔ اُن کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

جواب صاف دے کر توڑتے کیوں ہو مرے دل کو
مجھے لیت و لعل اچھی مجھے لاونعم اچھا
مقام شکر ہے جو کچھ دیا جتنا دیا اُس نے
مقدر میں نہیں ہر گز خیال بیش وکم اچھا [1]

۱۸۹۷ء میں انجمن ترقی اُردو کے اراکین نے تجویز پیش کی کہ انگریزی نظموں کا ترجمہ کر کے غزل گو شاعروں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس کے لیے تھامس گرے کی نظم "ایلجی" کا انتخاب ہوا۔ جب کوئی منظوم ترجمہ کامیاب نہ ہو سکا تو خواجہ غلام الثقلین نے نثری ترجمہ کیا جب یہ ترجمہ عزیز مرزا کی نظر سے گزرا تو انھوں نے حیدر آباد کے شعرا کو وہ نثری ترجمہ دے کر اس کو نظم کرنے کی فرمائش کی۔ ان کی قادرالکلامی کے پیش نظر سب کا دھیان حیدر طباطبائی کی طرف ہوا۔ عبدالحلیم شررؔ نے بھی ان سے ترجمہ کی فرمائش کی حیدر طباطبائی جو کہ انگریزی زبان سے زیادہ واقف نہ تھے انھوں نے اپنی کم مائیگی کا اظہار کیا تو عزیز مرزا نے انھیں بنرجی کی شرح دی اور ترجمہ کے لیے اصرار کیا۔ طباطبائی نے اس شرح کا سترہ دن مطالعہ کیا اور تین دن میں گرےؔ کی نظم "ایلجی" کا ترجمہ "گورِ غریباں" کے عنوان سے پیش کیا۔ یہ منظوم ترجمہ رسالہ "دل گداز" کے جولائی ۱۸۹۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

گورِ غریباں۔ علامہ سیّد علی حیدر طباطبائی

تھامس گرے (Thomas Gray) کی مشہور نظم ایلجی ریٹن ان اے کنٹری چرچ یارڈ (Elegy written in a country churchyard) کا اُردو منظوم ترجمہ "گورِ غریباں" کے عنوان سے سیّد علی حیدر طباطبائی نے کیا۔ طباطبائی نے اس انگریزی نظم کا لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس کے مفہوم کا ترجمہ کیا۔ اگرچہ طباطبائی نے بہت سی انگریزی نظموں کے تراجم کیے، لیکن ان کو "گورِ غریباں" سے بہت شہرت حاصل ہوئی۔ طباطبائی کے منظوم ترجمہ "گور غریباں" پر تبصرہ کرتے ہوئے عبدالقادر سروری لکھتے ہیں:

"یہ بات عام طور سے مسلم ہے کہ ادبیات کا ترجمہ نہیں ہو سکتا ہر زبان کی خوبیوں کے معیار اس کے خاص ہوتے ہیں۔ ترجمے میں یہ خوبیاں بہت کم بر قرار رہ سکتی ہیں۔ لیکن ایلجی کے ترجمے میں طباطبائی کی کامیابی حیرت انگیز ہے۔ گورِ غریباں دُنیا کے ان چند

ترجموں میں سے ہے جو اصل سے بھی بڑھ گئے ہیں۔۔۔ جدید اُردو شاعری میں یہ نظم بڑی اہمیت رکھتی ہے اور بلاشبہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ طباطبائی کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ انھوں نے مفہوم کا ترجمہ کیا ہے۔"(۲)

طباطبائی نے یہ ترجمہ انگریزی نظم کی مخصوص ترتیب سے کیا ہے، جیسے گرے کی نظم میں مصرعے کے قافیے کی ترتیب جو ہے یعنی پہلے مصرع کا قافیہ تیسرے مصرعے سے اور دوسرے مصرعے کا قافیہ چوتھے مصرعے سے ملتا ہے۔ طباطبائی نے بھی اسی ترتیب سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں حامد کاشمیری لکھتے ہیں:

"نظم نے پہلی بار انگریزی نظموں کے اسٹنزا کی ترکیب و ساخت کو اردو میں متعارف کیا۔ گورِ غریباں اس کی بہترین مثال ہے۔"(۳)

طباطبائی کے اشعار ملاحظہ ہوں جس سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے ترجمہ کس انداز میں کیا ہے:

خدا جانے تھے ان لوگوں میں کیا کیا جوہرِ قابل؟
خدا معلوم رکھتے ہوں گے یہ ذہن رسا کیسے؟
خدا ہی کو خبر ہے کیسے کیسے ہوں گے صاحبِ دِل؟
خدا معلوم ہوں گے بازو کے زور آزما کیسے؟ (۴)

اس بند میں طباطبائی نے پہلے اور تیسرے مصرعے کے قوافی ملائے ہیں جب کہ دوسرے اور چوتھے مصرع میں قافیہ اور ردیف دونوں کی پابندی کی ہے۔ اب گرے کے اشعار ملاحظہ جن کا کہ اُوپر ترجمہ بیان کیا ہے:

Perhaps in this neglected spot is laid
Some heart once pregnant with celestial fine
Hands that the reins of empire might have sway'd
To extacy the living lyre.(5)

اگر گرے کی ایلجی کے اشعار پڑھیں اور طباطبائی کا ترجمہ دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے اگرچہ ترجمہ کرتے وقت طباطبائی ترتیب تو وہی انگریزی والی رکھی لیکن ترجمہ لفظی کرنے کی بجائے مفہوم کا ترجمہ کیا۔ اگر پوری انگریزی نظم پڑھی جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ طباطبائی نے اس نظم کا ترجمہ کرکے نظم کو چار چاند لگا دیئے۔ ایک دیہاتی قبرستان کا نوحہ جو گرے نے لکھا ہے اور جس پر درد اور پُر اثر انداز میں لکھا طباطبائی نے اُردو میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا کہ اُردو

پڑھنے والوں کے لیے یہ نوحہ انگریزی کے مقابلے میں زیادہ پُر درد اور پُر اثر ہو گیا ہے۔ بلاشبہ طباطبائی اس انگریزی کا نظم کا جو ترجمہ کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ ان کے مزید کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

غرض کیا کہوں اِک روز کا ذِکر ہے صاحب
کہ اس میداں میں پھرتے صبح دم اُس کو نہیں دیکھا
ہوا پھر دوسرا دن اور نظر سے وہ رہا غائب
خیاباں پر اُسے پایا نہ دریا میں اُسے دیکھا

پھر اس کے تیسرے دن دیکھتا کیا ہوں جنازے کو
لیے آتے ہیں سب پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت کا
تمھیں پڑھنا تو آتا ہو گا آؤ پاس سے دیکھو
یہ اس کی قبر ہے اور یہ ہے کتبہ سنگِ تربت کا

اب آغوش لحد میں سو رہا ہے چین سے کیا
گیا افسوس لیکن یہ جواں ناکام دُنیا سے
دکھایا جاہ و شہرت نے نہ بھولے سے بھی منہ اپنا
پھر اسے نامرادوں کو بھلا کب کام دُنیا سے (۶)

طباطبائی نے ترجمہ کرتے وقت الفاظ کا چناؤ اپنی زبان، اپنے مذہب اور اپنے ماحول کے مطابق کیا، جیسے جنازے، کلمہ شہادت، کتبہ، لحد یہ ایسے الفاظ ہیں جو مسلم معاشرے میں ہی اِستعمال ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عیسائی ہوتے ہوئے گرے نے اپنی نظم میں کلمہ شہادت کا لفظ تو استعمال نہیں کیا۔ یہی ترجمہ کی خوبصورتی ہے کہ الفاظ کو اپنے مذہب اور زبان کے مطابق ڈھالا جائے۔ سیّد محمد حسین محسن حیدر آبادی، حیدر طباطبائی کے ترجمہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نظمؔ صاحب نے یہ اجتہاد کیا کہ نظم اور شعر کی ہیئت میں نئے نئے تجربات کیے۔ غزل، مثنوی، رُباعی وغیرہ کی عام ہیئت سے ہٹ کر انھوں نے اُردو میں اسٹنزا (Stanza) کو رائج کیا اور انگریزی ساخت کی نظمیں لکھیں جو ایک بالکل نئی چیز تھی انھوں نے انگریزی منظومات کے اُردو منظومات میں انگریزی نہج پر ترجمے کیے اور ایک نئی بات یہ کی کہ ردیف اور قافیہ انگریزی اصولوں کی بنا پر متعین کیے۔ نظم صاحب کے بعد ہی اُردو اسٹنزا نویسی کا آغاز ہوا نظم طباطبائی کے انگریزی منظومات سے کیے گئے یوں تو بہت سے ترجمے اُردو میں موجود ہیں لیکن جو مرتبہ انگلستان کے نامی شاعر طامس گرے کی ایلیجی

(Elegy) کے ترجمہ "گورِ غریباں" کو حاصل ہے اُس درجے کو آج تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ "گورِ غریباں" کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ نظم صاحب نے مفہوم کا ترجمہ کیا اور اُردو زبان کے اسلوب اور مقامی ماحول کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ یہ لفظی ترجمہ نہ ہونے کے باوجود ایلیجی کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اگر اس کے لیے لفظ ترجمہ استعمال نہ کیا جائے تو یہ کلاسیکی ادب اُردو کی بلند پایہ منظومات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔"(۷)

بلاشبہ گرے کی "ایلیجی" کا ترجمہ گورِ غریباں کے عنوان سے علی حیدر طباطبائی نے بڑی کامیابی سے کیا اور بہت زیادہ شہرت پائی۔ یہ ایک ایسا ترجمہ ہے جو اصل سے زیادہ لطف دیتا ہے اور یہی بڑی وجہ ہے اس منظوم ترجمے کی لازوال شہرت کی اور اس کی کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ اپنی زبان اس کے اسلوب اور مقامی ماحول کا پورا لحاظ طباطبائی نے گورِ غریباں میں رکھا ہے۔ اس میں الفاظ زیادہ مشکل نہیں استعمال کیے اور ترجمے کرتے وقت جو الفاظ استعمال کیے ہیں اس سے بہتر اور موزوں الفاظ اُردو میں نہیں مِل سکتے۔ آخری بند ملاحظہ ہو:

خدا بخشے اسے بس دوست کا رہتا تھا وہ جویا
تو نکلا دوست اک آخر خداوند کریم اس کا
اب اس کے نیک و بد کا ذِکر کرنا ہی نہیں اچھا
کہ روشن ہے خدا پر عالمِ اُمید و بیم اس کا (۸)

حیدر طباطبائی نے تھامس گرے کی اس شہرہ آفاق نظم کا اردو میں منظوم ترجمہ کر کے اردو ادب اور اردو قاری پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

۲۔ گورِ غریباں۔۔۔امیر چند بہارؔ

امیر چند بہار__ احوال و آثار

امیر چند بہارؔ ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء کو ضلع میانوالی کے ایک قصبہ روکھڑی میں پیدا ہوئے۔ آپ ۳۲ سال تک کالج کی سطح پر انگریزی ادب کے اُستاد رہے۔ آپ اُردو میں شاعری کرتے ہیں۔

امیر چند بہار نے رام موہن رائے ہائی سکول میانوالی سے میٹرک کیا اور لاہور سے انٹر میڈیٹ اور بی اے تک کی تعلیم مکمل کی۔ تقسیم ہند کے وقت ایم اے کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ہندوستان آکر ۱۹۴۸ء میں کیمپ کالج دہلی سے ایم اے کیا۔ امتحان ہی کے دوران ان کی شادی ہوئی۔ دیال سنگھ کالج کرنال میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں حکومتِ پنجاب کے محکمہ تعلیم سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں ان کا تبادلہ روپڑ ہو گیا وہیں اپنی پہلی تصنیف "نسیم مغرب" کی تکمیل کی۔ ان کی اس تصنیف میں چھبیس (۲۶) منتخب انگریزی نظموں کے تراجم ہیں جن کا ترجمہ بہارؔ نے

کیا۔ ۱۹۵۹ء میں انگریزی ادب کے پروفیسر کی حیثیت سے گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں ان کا تقرر ہوا۔ روپڑ اور لدھیانہ نشستوں کا انتظام کرتے رہے۔ لدھیانہ سے دھرم سالہ (ہماچل پردیش) تبادلہ ہوا۔ پنجاب از سرِ نو تنظیم کے بعد ان کی خدمات ہریانہ سرکار کو منتقل ہوئیں۔ ۱۹۶۹ء سے لے کر کچھ عرصہ تک گورنمنٹ کالج روہتک میں صدر شعبۂ انگریزی کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج ویل وھن (ضلع روہتک) کے پرنسپل رہے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۸۲ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔

امیر چند بہارؔ کو تقابلی مطالعہ سے دلچسپی ہے۔ ملٹنؔ اور اقبالؔ کے عنوان سے ان کا مقالہ ماڈرن ریویو کلکتہ میں شائع ہوا۔ بہارؔ نے اُردو کی تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی مگر منظوم تراجم میں اپنی صلاحیتوں کا اچھا ثبوت دیا۔

گورغریباں۔ امیر چند بہارؔ

تھامس گرے کی ایلیجی کا ترجمہ امیر چند بہارؔ نے بھی طباطبائی کی طرح ''گورِ غریباں'' کے عنوان سے کیا۔ بہارؔ نے بھی یہ ترجمہ لفظ بہ لفظ نہیں کیا بلکہ مفہوم کا ترجمہ کیا اور بخوبی کیا۔ امیر چند بہارؔ اپنے منظوم تراجم کے حوالے سے خود ''نسیمِ مغرب'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

> ''میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نظموں کے حسن کو دوبالا کرنے کی کوشش میں اصل کا قلع قمع نہیں کیا اور جہاں تک ہو سکا میں نے محنت اور دیانت داری سے کام لیا ہے محنت سے کام لینے کا یہ مطلب نہیں کہ اصل نظم کو سامنے رکھ کر میں سطر اَسطر اُاُسے اُردو نظم کے سانچے میں ڈھالتا گیا اور دیانت داری سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ میں نے انگریزی نظموں کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا ہے۔ لفظی ترجمہ نہ صرف معیوب ہے بلکہ مترجم کی تخلیقی قوت کے فقدان کی دلیل بھی۔''(۹)

امیر چند نے ترجمہ اس ترتیب سے کیا کہ پہلا اور تیسرا مصرع آزاد چھوڑ کر جب کہ دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیے کی پابندی کی ہے۔ ان کے دو بند ملاحظہ ہوں:

بہت ممکن ہے اِن قبروں میں کچھ ایسی بھی انساں ہوں
کہ جن کے دل میں ہو گا رقص فرما نورِ یزدانی
چھپا ہو گا کئی لوگوں میں جوہر حکمرانی کا
کئی ان میں سے ہوں گے فنِ موسیقی میں لاثانی!

مقدر نے مگر فرصت نہ دی اِن تیرہ بختوں کو
کہ اپنے بے بہا جوہر زمانے کو دکھا سکتے

فلاکت نے ملایا خاک میں اُونچے اِرادوں کو
نہ تھا یہ اُن کی قسمت میں کہ وہ تعلیم پا سکتے! (۱۰)

ترجمہ کی خوبصورتی یہ ہے کہ آسان الفاظ استعمال کیے جائیں تاکہ عام قاری بھی ترجمے سے لطف اندوز ہو سکے۔ امیر چند نے بھی ترجمہ کرتے وقت اس بات کی حتی الامکان کوشش کی کہ کم سے کم مشکل الفاظ استعمال کیے جائیں اور آسان اُردو میں منظوم ترجمہ کیا جائے۔ اگر ہم پندرھویں بند پر غور کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ امیر چند نے انگریزی کے مفہوم کو صحیح معنوں میں سمجھا اور گرے نے جن معروف انگریزی ناموں کا استعمال کیا وہ بہارؔ نے اسی طرح استعمال کیا۔ اس کے برعکس طباطبائی نے نام بدل کر مفہوم میں بھی تبدیلی پیدا کر دی۔ طباطبائی نے ملٹنؔ کی جگہ فردوسیؔ اور کرامول کی جگہ رستم و سہراب کا ذِکر کیا۔ سب سے پہلے انگریزی کا بند ملاحظہ ہو۔ اس کے بعد طباطبائی اور امیر چند کے تراجم پر نظر دہرائیے۔

Some village- Hampden that with dauntless breast

The little tyrant of his fields with stood,

Some mute inglorious Milton here may rest,

Some Cromwell guiltless of his country's blood.(11)

دیکھئے طباطبائی نے "ہمیدن"، "ملٹن" اور کروم ویل کی جگہ فردوسی، رستم اور سہراب کا ذِکر کر کے مفہوم کو اپنے انداز میں بدل دیا۔

یہ صاحب عزم ہیں۔ گو رزم کی نوبت نہیں آئی
حکومت اپنے قریہ میں کی لیکن دوست دشمن پر
وہ فردوسی یہ ہیں جن کی زبان کھلنے نہیں پائی
وہ رُستم ہیں نہیں سہراب کا خون جن کی گردن پر (۱۲)

اب اس بند کا ترجمہ امیر چند بہارؔ کا ملاحظہ ہو۔ ان کا ترجمہ اصل سے زیادہ قریب ہے۔

کئی ہوں گے یہاں مردِ مجاہد ہمیڈن جیسے
زبانِ خلق پر ضرب المثل ہو جن کی بے باکی
کئی گمنام ملٹنؔ اس جگہ سوئے ہوئے ہوں گے
کئی تھے کرامویل اُتنی نہ تھی گو اُن میں سفاکی (۱۳)

اگر امیر چند بہارؔ کی پوری نظم کے ترجمہ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور ہر بند پر نظر دُہرائی جائے تو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ کچھ بند کا تو اتنی خوبصورتی سے ترجمہ کیا ہے جو اصل سے زیادہ لطف دیتا ہے لیکن کچھ ایسے بند ہیں جس میں اصل نظم کے اشعار ترجمہ کی نسبت زیادہ لطف دیتے ہیں۔

امیر چند بہارؔ کے ایلجی کے کچھ بندوں کے منظوم ترجمہ کے نمونے دیکھئے:

کوئی دہقانِ پیر اُس کو یہی شاید بتائے گا
سحر کے وقت وہ گلگشت کو ہر روز جاتا تھا
سُبک گامی سے اکثر روندتا جاتا تھا سبزے کو
بلندی پر ، کبھی سورج کی کرنوں میں نہاتا تھا

کبھی نفرت بھری اِک مسکراہٹ لے کے چہرے پر
غمِ دوراں سے گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا
کبھی ہو کر پریشاں حال پھرتا تھا بیاباں میں
کسی کافر کا ٹھکرایا ہوا معلوم ہوتا تھا

مگر پھر ایک دن میں نے وہاں اُس کو نہیں دیکھا
نہ جنگل میں ، نہ دریا پر ، نہ پیڑوں کے تلے پایا
خدا جانے یکایک کس طرح وہ ہو گیا غائب
غضب ہے وہ دوسرے دن بھی نظر مجھ کو نہیں آیا (۱۴)

امیر چند بہار کا یہ منظوم ترجمہ بہت لطف دیتا ہے۔ اردو ادب کے قاری کے علاوہ عام آدمی جس کو ادب سے زیادہ شناسائی نہیں وہ بھی بہت لطف اُٹھاتا ہے۔

۳۔ گورِ غریباں۔ سیّد احمد کبیر

سیّد احمد کبیر نے بھی تھامس گرے کی نظم ایلیجی کا ترجمہ "گورِ غریباں" کے عنوان سے کیا۔ سیّد احمد کبیر نے بھی یہ منظوم ترجمہ کیا اور ہر بند میں پہلے دو مصرعے کے قافیے اور دوسرے دو مصرعے کے قافیے ہم قافیہ رکھے انھوں نے پوری نظم میں یہی ترتیب رکھی۔ ان کا ایک بند ملاحظہ ہو:

چولہا اب ان کے لیے گرم نہ ہوئے گا کبھی
فکرِ شب میں نہ لگے گی کبھی ان کے بیوی
بچے دوڑیں گے نہ کہتے ہوئے بابا بابا
ضد یہ بوسوں کی نہ گھٹنوں سے کوئی لپیٹے گا (۱۵)

سیّد احمد کبیر نے گرے کی ایلیجی کا ترجمہ لفظ بہ لفظ نہیں کیا، بلکہ مفہوم کا ترجمہ کیا کچھ مصرعے ایسے ہیں جن کا ترجمہ لفظی کے قریب ہے۔ ان کے لفظوں کا چناؤ بہت ہٹ کر ہے، جیسے Plowman کا ترجمہ انھوں نے دہقان، یا کسان کی بجائے "ہالی" کیا۔ اسی طرح "گبرولا" Beetle کا ترجمہ کیا۔ اسی طرح Solitary کا ترجمہ "عزلت" کیا۔ اُس طرح بہت سے اِیسے الفاظ ہیں جس میں ایسا لگتا ہے کہ کبیر نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت بہترین اور الگ سے الفاظ کا چناؤ کیا جائے۔ اگر پندرھویں بند کا ترجمہ دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیّد احمد کبیر نے آزادی سے کام لیتے ہوئے۔ نامور لوگوں کے نام اپنے حساب سے بدل دے۔ جسے ہمیڈن، ملٹن اور کرامول کی جگہ رُستم، سودا اور تیمور کے نام استعمال کیے۔ بند ملاحظہ ہو:

کوئی رُستم سا جری یاں بھی گڑا ہوئے گا
کھیت پر اپنے جو حاکم سے لڑا ہوئے گا
دفن ہو گا کوئی سوداؔ سا سبھی پر ناشہور
کوئی تیمور مگر ملک کی تہذیب سے دُور (۱۶)

اگرچہ پوری نظم کا ترجمہ اس طرح کیا کہ ہر بند کے ہر دو شعر ہم قافیہ ہے لیکن کچھ بند میں سیّد کبیر ایک شعر میں ردیف کا استعمال کیا اور دوسرے شعر میں قافیہ کی پابندی کی۔ ساتویں بند کے دونوں اشعار میں قافیہ اور ردیف کی پابندی کی۔

کٹ گئیں اُن کی درانتی سے ہیں فصلیں کتنی
جُت گئیں ہل کے تلے آ کے زمینیں کتنی
کیسے خوش جوٹ کو کھیتوں کی طرف لاتے تھے
ان کے تیشوں کے تلے پیڑ بھی جھک جاتے تھے
(۱۷)

گرےؔ نے آخری تین بند کو "The Epitaph" کا عنوان دیا جب کہ سیّد احمد کبیر نے اس کا ترجمہ "لوح تربت" سے کیا۔ سیّد کبیر احمد نے کافی حد تک ترجمہ سے اِنصاف کیا لیکن طباطبائیؔ کا ترجمہ سب سے زیادہ مزا دیتا ہے۔

۴۔ سیّد صائب حسینی صائب۔ گاؤں کا قبرستان

سیّد صائب حسینی صائبؔ نے تھامس گرے کی مشہور نظم (Elegy written in a country churchyard) کا ترجمہ "گاؤں کا قبرستان" کے عنوان سے کیا۔ انھوں نے یہ ترجمہ مسدس کی ہئیت میں کیا، لیکن پانچ بند آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہیں اور چھ بند چار مصرعوں پر مشتمل ہیں۔ کچھ بند میں قافیہ کی پابندی کی ہے اور کچھ میں

قافیہ اور ردیف دونوں کی پابندی کی ہے۔ سیّد صائب نے بھی یہ ترجمہ لفظی نہیں کیا بلکہ مفہوم کو ترجمہ کیا۔گرےؔ کی ایلجی کی نظم کا پہلا بند دیکھیے:

The curfew tolls the knell of parting day.

The lowing herd winds slowly our the lea,

The plowman home word plads his weary way

And leaves the world to darkness and tome.(18)

اب اس بند کے ترجمہ پر نظر دوڑائیے جو سیّد صائب نے کیا ہے:

سرِ مغرب جلوسِ کاروانِ دن کی رخصت ہے
اس آوازِ جرس میں بھی ندائے کوس رحلت ہے
غباریں راستوں سے پیچ و خم کھائے ہوئے آئے
جو چر کر جارہے ہیں۔ پیٹ بھر دہقاں کے چوپائے
وہ دن بھر کا تھکاماندہ کساں بھی پیچھے آتا ہے
مجھے دُنیا کی تاریکی کی زد میں چھوڑنے جاتا ہے (۱۹)

اس بند کو پڑھ کر واضح ہوتا ہے کہ سیّد صائبؔ نے ترجمہ مفہوم کا کیا ہے نہ کہ لفظی اور گرے کا چار لائنوں کا ترجمہ چھ مصرعوں میں قلم بند کیا اور ترجمہ اس انداز سے کیا کہ پہلا بند پڑھ کے ہی احساس ہوتا ہے یہ ایک نوحہ لکھا جا رہا ہے۔ صائبؔ نے ترجمہ کرتے وقت آسان الفاظ کا چناؤ کیا جسے عام قاری بھی پڑھ کر لطف اندوز ہوتا ہے۔ نظم کا ترجمہ پڑھتے جائیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے صائب نے گرے کی ایلیجی کا ترجمہ نہ کیا ہو بلکہ اس کے خیالات کو اپنے خیالات اور انداز و الفاظ میں رنگ دیا ہو۔

سیّد صائب حسینی صائب کے ترجمے کیے ہو مزید چند بند ملاحظہ ہوں:

اُمنگوں کو دبایا مفلسی کی سردمہری نے
تموجِ رُوح کو ٹھنڈا کیا صحرانوردی نے
انھوں نے کنجِ گمنامی میں اپنے دن گزارے تھے
تھی دُنیا بے خبر ان سے دُنیا کے کنارے تھے

سمندر کی تہوں میں لا پتہ تاریک غاروں میں
ہزاروں گوہرِ نایاب ہیں پُرشور دھاروں میں
ہزاروں پھول کھلتے ہیں جہاں کوئی نہیں ہوتا
ہر اِک صحرا میں ارمانوں کی اپنے رنگ و بو کھوتا

بڑے نایاب پر گوہر بڑے کم یاب پر گل ہیں
مقدر ان کے کھوٹے ہیں یہ نخچیر تغافل ہیں
حیائے حسن معمور چھپتے ہیں نگاہوں سے
یہی اِک رازہے ان میں جو بجتے ہیں بلاؤں سے

یہاں ہمیڈن کا مدفن ہے مجھے معلوم ہوتا ہے
اِدھر ملٹن بھی سوتا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے
یہ نامعروف فردوسی یہاں خاموش ہوتا ہے
یہ وہ اقبال ہے جس کے لیے اقبال روتا ہے
یہ ممکن ہے کوئی ان میں ہو نادر شاہ درانی
نہ ہو گا جس کی گردن پر ذرا بھی خونِ انسانی (۲۰)

اگر ان تین بند کو دیکھا جائے تو یہ واضح نظر آتا ہے کہ پہلا بند چار مصرعوں پر مبنی ہے۔ دوسرے میں آٹھ مصرعے ہیں اور تیسرے میں چھ مصرعے ہیں۔ گرے نے اپنی نظم میں ہمیڈن، ملٹن اور کروم ویل کا ذِکر کیا ہے، جب کہ سیّد صاحبؔ نے پابند رہتے ہوئے بھی زیادہ آزادی سے کام لیا ہے اور مفہوم کو بدل کر رکھ دیا۔ ہمیڈن اور ملٹن کے ذِکر کر کے فردوسی، اقبال اور نادر شاہ درانی کا ذِکر کیا۔

گرے نے آخری تین بند کو "The Epitaph" کا عنوان دیا۔ صاحبؔ نے اس کا ترجمہ "کتابہ" کے عنوان سے کیا۔ امیر چند بہار نے بھی "کتابہ" کا عنوان دیا جب کہ سیّد احمد کبیر نے اُس کا صحیح ترجمہ کیا "لوحِ تربت" کے عنوان سے اور طباطبائیؔ نے آخری تین بند کو کوئی عنوان نہیں دیا بلکہ مسلسل بند کا ترجمہ کیا۔ "The Epitaph" کا صحیح ترجمہ "لوحِ تربت" یا "قبر کا کتبہ" ہونا چاہیے لیکن سید صاحب نے پتہ نہیں کیا سوچ کر اس کا ترجمہ "کتابہ" رکھا۔ بہر حال صاحبؔ کے ترجمے کو مکمل طور پر "ایلجی" کا ترجمہ نہیں کہا جا سکتا تاہم صاحب نے گرے کے خیال کو بڑی کامیابی سے اپنے الفاظ میں ڈھالا۔

حوالہ جات

۱۔ سیّد علی حیدر طباطبائی نظمؔ، علامہ، دیوانِ طباطبائی (حصہ اوّل) یعنی صوت غزل، حیدر آباد دکن: انجمن امدادِ باہمی مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۳ء، ص ۹
۲۔ عبد القادر سروری، جدید اردو شاعری، حیدر آباد دکن: مطبع انجمن امدادِ باہمی مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۳ء، ص ۱۹۲
۳۔ حامد کاشمیری، ڈاکٹر، تفہیم و تنقید، نئی دہلی: نئی آواز جامعہ نگر، نومبر ۱۹۸۸ء، ص ۴۰
۴۔ سیّد علی حیدر طباطبائی نظم، علامہ، نظم طباطبائی (حصہ اول)، حیدر آباد: رضوی پرنٹرس، ص ۱۸۵

5. Thomas Gray, An elegy written in a country Church yard, The Augustan society publication number 31 los Angeles, William Andrew clark memorial library university of California, 1951, P: 33

۶۔ سیّد علی حیدر طباطبائی نظم، علامہ، نظم طباطبائی، ص۱۸۹

۷۔ سیّد علی حیدر طباطبائی نظم، علامہ، نظم طباطبائی، مشمولہ: مضمون، نظم طباطبائی ایک تعارف، سیّد محمد حسین محسن، حیدرآباد: رضوی پرنٹرس، ص۷۔۸

۸۔ ایضاً، ص۱۸۹۔۱۹۰

۹۔ امید چند بہار، نسیم مغرب، علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۳ء، ص۱۰۔۱۱

۱۰۔ ایضاً، ص۲۸

11. Thomas gray, An elegy written in a country church yard, P: 34

۱۲۔ سیّد علی حیدر طباطبائی نظم، "نظم طباطبائی" ص۱۸۶

۱۳۔ امیر چند بہار، نسیم مغرب، ص۲۸

۱۴۔ ایضاً، ص۳۱۔۳۲

۱۵۔ حسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ اول، حیدرآباد: ولا اکیڈمی، ستمبر ۱۹۷۶ء، ص۲۴

۱۶۔ ایضاً، ص۲۷

۱۷۔ ایضاً، ص۲۵

18. Thomas gray, An elegy written in a country church yard, P: 29

۱۹۔ حسن الدین احمد، ڈاکٹر، سازِ مغرب، حصہ اول، ص۴۱

۲۰۔ ایضاً، ص۴۶۔۴۷

References in Roman Script:

1. Syed Ali Haider Taba Tabai Nazam, Allama Dewan Taba Tabai (Hisa Awal) Yani Surat Ghazal, Haiderabad, Dakin, Ajuman Imdad Bahmi Maktaba Ibrahimia, 1923, Page9.
2. Abdul Qadir, Sarwari, Jaded Urdu Shairi, Haiderabad, Dakin, Matba Anjuman Imdad e Bahmi, Maktaba Ibrahimia, 1923, Page 192.
3. Hamid Kahsmiri, Dr. Tafheem wa Tanqeed, New Delhi, Nai Awaz Jamia Nagar, November 1988, Page 40.
4. Syed Ali Haider Taba Tabai, Nazam, Allama, Nazam Taba Tabai (Hissa Awal), Haiderabad, Rizvi Printers, Page 185.

5. Thomas Gray, An elegy written in a country Church yard, The Augustan society publication number 31 los Angeles, William Andrew clark memorial library university of California, 1951, P: 33
6. Syed Ali Haider Taba Tabai Nazam, Allama, Nazam Tabatabai, Page 189.
7. Syed Ali Haider Taba Tabai Nazam, Allama, Nazam Taba Tabai, Mashmoola: Mazmoon Nazam Taba Tabai Ek Taruf, Syed Muhammad Hussain Mohsin, Haiderabad, Rizvi, Printers, Page 7-8.
8. Ibid, Page 189-190
9. Umeed Chand Bahar, Naseem Magrib, Aligarh, Anjuman Taraqi Urdu Hind, 1963, Page 10-11
10. Ibid, Page 28
11. Thomas gray, An elegy written in a country church yard, P: 34
12. Syed Ali Haider Taba Tabai Nazam, Nazam Taba Tabai, Page 186
13. Ameer Chand Bahar, Nasim Magrib, Page 28
14. Ibid, Page 31-32
15. Hassan ud Din Ahmed, Dr, Saze Magrib, Hissa Awal, Haiderabad, Villa Academy, September 1976, Page 24.
16. Ibid, Page 27
17. Ibid Page 25
18. Thomas gray, An elegy written in a country church yard, P: 29
19. Hassan ud Din Ahmed, Dr, Saze Magrib, Hissa Awal, Page 41
20. Ibid, Page 46-47